رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE AL HAKAM. QADIAN

(اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ)

الحکم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار
جسکو
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ہفتہ

قیمت فی پرچہ ۲ر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول
محمود احمد (مجاہد مصری) عرفانی

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے ۵۰ر
حکام و امراء سے ۲۵
معاونین سے ۱۲
عوام سے ۶ر
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان
سے ہر انگریزی ماہ کی
۷ ر ۱۴ ر ۲۱ ر ۲۸ ر
تاریخ کو
خُدا کے فضل اور
رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید پائے محمدیاں بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود)

جلد ۳۷ | ۲۱ر جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۴ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ بروز یکشنبہ | نمبر ۲

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب!

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر "الحکم" جاری کرنے لگے ہیں اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔

"الحکم" سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں آیا ہے اور جس کا ثمر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ خرچ کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ "الحکم" جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اَللّٰھُمَّ آمین

خاکسار
مرزا محمود احمد
(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)
(۱۱ر جنوری ۱۹۳۴ء)

بزرگانِ ملت اور الحکم

ذیل میں حضرت مولوی شیر علی صاحب ناظر تالیف و تصنیف اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مکتوبات گرامی کو میں درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ الحکم کے متعلق جن اعلےٰ جذبات اور نیک مشوروں کا اظہار ان گرامی نامہ جات میں ہے میں اسے اس کے دور جدید کے لئے قابل فخر ہدیہ یقین کرتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ الحکم کی ان خوبیوں کو قائم رکھنے کی توفیق پاؤں۔ (ایڈیٹر)

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا مکتوب گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ احیاء الحکم پر آپ کو مبارکباد عرض کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کام میں آپ کا معاون و مددگار ہو۔

الحکم جس عزت کا مستحق ہے اس کا صحیح اندازہ لگانا دشوار ہے۔ علاوہ اور بہت سی باتوں کے تین بڑے بڑے احسانات ہیں جو اس نے نہ صرف جماعت احمدیہ پر بلکہ تمام دنیا پر کئے۔

اول۔ الحکم سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اخبار ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریریں اور کلمات طیبات اور خدا تعالیٰ کی پرنور وحی چھپنی شروع ہوئی۔ زمانہ کی تاریخی کے وقت خدا کے فضل سے یہ اخبار بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوا اور جب تک دنیا قائم ہے اس کا یہ فیض جاری رہے گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کی ترقی کا موجب ہوگا۔ جب آنے والی نسلیں ان کلمات طیبات کو پڑھیں گی۔ جن میں نور اور ہدایت بھری ہوئی ہے تو ان کی روحیں اُن خوش قسمت ہاتھوں کے لئے دعا کریں گی۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے پاک کلمات کو قلمبند کیا اور آنیوالی نسلوں کے لئے اس آب حیات کو محفوظ کیا۔ پس آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے کار خیر کی توفیق عطا فرمائی جس کا مبارک سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی ذریت پر بے انتہا رحمتیں اور فضل نازل فرمائے۔ آمین۔

دوسری بڑی خدمت جو اس اخبار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرانجام دینے کی توفیق بخشی وہ یہ ہے کہ آپ نے اس اخبار کے ذریعہ حضرت مسیح موعود کے مبارک زمانہ کی مقدس تاریخ کو محفوظ کیا۔ اور آنیوالے شائقین اور محققین کے لئے ایک بہت بڑا مصالح جمع کیا۔

تیسری بڑی خدمت جو الحکم نے ادا کی ہے اور جس پر آپ جتنا فخر کریں تھوڑا ہے یہ ہے کہ ان امور میں۔ جو بعد میں اختلاف کا موجب ہو گئے۔ آپ نے ابتداء سے صحیح راستہ پر قدم مارا اور لوگوں کو اُن غلط راہوں سے متنبہ کیا جو بہتوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہونیوالی تھیں۔ آپ نے اپنی قوت ایمانی اور مومنانہ فراست سے اس غلط قدم کو دیکھ لیا۔ جو جماعت احمدیہ میں بعض افراد اٹھانے والے تھے۔ اور باوجودیکہ وہ اُس وقت جماعت میں ایک خاص عزت رکھتے تھے۔ آپ ان کی وجاہت سے خوف زدہ نہ ہوئے اور ہمیشہ محض ہمدردی کی راہ سے کلمۃ الحق کہہ کر ان کو متنبہ کیا اور جماعت کے لوگوں کو بیدار کیا تا وہ ہوشیار ہو جائیں اور غلط راہ اختیار کرنے سے بچیں۔ بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ جس راہ کو آپ نے اختیار کیا تھا اور جس پر آپ نے دوسروں کو چلانا چاہا وہی سلامتی اور امن کی راہ تھی۔ اور آپ اپنی رائے میں صائب تھے۔ کاش کہ ٹھوکر کھانے والے آپ کی آواز کو حسن ظن کی نظر سے دیکھتے۔ اور اس کو ایک خیر خواہ کی آواز سمجھ کر اس پر توجہ کرتے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام مشکلات کو دور فرمائے اور آپ کی ان خدمات کو قبولیت کا شرف بخشے اور آپ کو اور آپ کی ذریت کو ہمیشہ نیک راستہ پر قدم مارنے کی توفیق بخشے۔ اور ہر ایک نیک ارادہ میں آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

خاکسار شیر علی عفی عنہ قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء

ہدیہ تبریک از حسن رہتاسی

حسن رہتاسی حضرت مولوی گلاب دین صاحب رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند اور سلسلہ احمدیہ عالیہ کے حسّان ہیں۔ حضرت مولوی گلاب دین صاحب ایک نہایت ہی مخلص اور وفادار احمدی تھے، اور سابقون الاولون میں داخل تھے۔ الحکم میں ان کے حالات زندگی انشاء اللہ العزیز شائع کئے جاویں گے عزیز مکرم حسن نے اس دور جدید میں ہدیہ تبریک کے طور پر یہ رباعی پیش کی ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء (عرفانی)

رباعی

الحکم جس کیلئے تھے مضطرب سب شیخ و شاب
جب ہوا شائع تو دیکھا بندہ نے شئے عجاب
خود نہیں کہتا حسن احمدی کا ہے پیام
"قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا نامہ گرامی

مکرم اخویم عرفانی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل مورخہ ۹/۱/۳۴ کو عزیزم مکرم شیخ محمود احمد صاحب کے ہاتھ الحکم کا تازہ پرچہ وصول کر کے نہایت درجہ خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس اقدام کو مبارک کرے۔ الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور اس کے دوبارہ جاری ہونے سے طبعاً ہر احمدی کے دل میں ایک خوشی کی لہر پیدا ہوتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام الحکم اور البدر کو اپنے سلسلہ کے لئے دو بازو قرار دیا کرتے تھے اور اس میں کیا شک ہے کہ ان ہر دو اخباروں نے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے۔ اب بھی اگر الحکم کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور سوانح اور مکتوبات ضبط میں آجائیں تو یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔ اور میں آپ کی خدمت میں بطور مشورہ عرض کرونگا کہ اگر الحکم کے اس نئے دور میں مندرجہ بالا کام کے لئے ہی اخبار کو وقف رکھا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ الحکم کے کالم دوسرے امور کے لئے بند ہوں بلکہ غرض یہ ہے کہ زیادہ اور مخصوص توجہ مندرجہ بالا کام کی طرف رہے تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ بہرحال الحکم کے اس دور جدید نمبر کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے سلسلہ کے لئے اور جاری کرنے والوں کے لئے بابرکت کرے۔ آمین۔ فقط والسلام

مرزا بشیر احمد ۱۰/۱/۳۴

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کی خدمت میں جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں، الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہرگونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کریں گے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے وہ اس کے خریدار نہ رہنا چاہیں۔ تو از راہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔

ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جائے، وہ اگر خریدار نہ ہونا چاہیں۔ تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ الحکم کے اس دور میں میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے۔ میں جذبات آفرین الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کے احیاء و بقا کی تحریک میں حصّہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ی امتیازی خصوصیات میں سے یہ بہت بڑی خصوصیت ہے کہ آپ نے مبعوث ہو کر

دعا کو زندہ کیا

جس طرح اسلام کی عملی اور علمی تعلیم اٹھ گئی تھی اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ محض رسم اور نام کے طور پر تھا۔ اسی طرح دعا کا لفظ اور شکل تو باقی تھی۔ مگر حقیقت مفقود تھی۔ آپ نے دعا کی **عملی قوت** کا ثبوت دیا اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کو ایک عظیم الشان آیت اور نشان کے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ وہ لوگ جو فلسفہ یورپ کی تقلید یا اس سے مرعوب ہو کر دعا کا انکار کر رہے تھے انھیں للکار کر کہا:—

ببیں ازما دعائے مستجاب

دعا کی حقیقت اور اس کے برکات کو ایسے آسان اور واضح رنگ میں پیش کیا کہ نیچری اور فلسفی کو اس کے قبول کئے بغیر چارہ نہ رہا۔ دنیا کے اندر آج جو انقلاب ہے۔ یقیناً اس انقلاب میں ایسی دعاؤں کا اثر ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں نے دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آہ وزاری نے **عرش عظیم** میں ایک ایسی حرکت پیدا کر دی تھی کہ آسمان زمین کے قریب ہو گیا اور دنیا نے ان تجلیات کا مشاہدہ کیا جو پہلے نظر نہ آتی تھیں ٹھیک اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک خادم نے آپ کی محبت و اتباع میں گم اور فنا ہو کر اسی کی چادر کو پہن کر اسی رنگ میں نمایاں ہو کر اپنی دعاؤں سے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ آپکی دعاؤں نے فی الحقیقت مردوں کو زندہ کیا۔ وہ جو اپنے نفس دنی کی قبروں میں پڑے سڑ رہے تھے۔ انکو اٹھایا اور ان میں ایک ایسی تبدیلی کر دی کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت و وفا میں زندہ ہو گئے۔ اس کی دعاؤں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آقائے دوجہاں کے دشمنوں پر قہری تجلیوں کی بجلیاں گرائیں اور منکرین کرامت کو پکار کر کہا کہ

بیا بنگر ز غلمانِ محمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں نے کس کس قسم کے خوارق اور اعجاز دنیا کو دکھلائے یہ ایک شرح طلب چیز ہے اور وقتاً فوقتاً ان کالموں میں آئے گی۔ میں سردست یہ چاہتا ہوں کہ حضور کی دعاؤں کو جہاں تک میسر آسکتی ہیں جمع کر دوں۔ اس سے پہلے میں نے مختلف رنگوں میں حضرت کی دعاؤں کو شائع کیا ہے۔ اب جس رنگ میں الحکم کے ذریعہ انھیں شائع کرنے کا خدا کے فضل اور رحم سے ارادہ رکھتا ہوں۔ وہ ایک دوسری چیز ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس دعا کو شائع کروں اس کے متعلق ضروری اسناد اور شواہد بھی پیش کر دوں۔ تا کہ احباب کو اسکے متعلق یہ بصیرت اور یقین بھی حاصل ہو جائے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی دعا ہے۔ ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آڑے وقت کی دعا کو میں شائع کرتا ہوں۔ یہ دعا حضرت نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو ۲۰ اگست ۱۸۸۵ء کو لکھی تھی اور جس کے متعلق آپنے لکھا ہے کہ یہ **دعا معمولات اس عاجز سے ہے**۔ تا میں ذیل میں اس مکتوب ہی کو درج کر دیتا ہوں۔ جس کو پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ دعائیں کس طرح قبول ہوتی تھیں۔ نیز حضور کی اندرون خانہ لائف کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپ کس قسم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی قدرتوں پر آپ کو کس قدر بصیرت افروز ایمان تھا

حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے نام کے مکتوبات کا مجموعہ شائع کر دیا گیا ہے۔ جن دوستوں نے ابتک نہ پڑھا ہے۔ وہ **دفتر الحکم سے منگوالیں**۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں **تزکیہ نفس اور بصیرت افروزی** کی ایک خاص قوت ہے۔ اور یہ تحریریں ہر ایک احمدی کے گھر میں موجود رہنی چاہئیں قطع نظر اسکے وہ خواندہ ہے یا ناخواندہ

بہرحال

حضور کے معمولات کی دعا جس مکتوب میں ہے۔ وہ حسب ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد۔ بخدمت اخویم مکرم مخدوم حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا حال صدمہ وفات دوم لخت جگر آنمخدوم و علالت طبیعت پسر سوم سن کر موجب حزن و اندوہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ آپکو صدمہ گزشتہ کی نسبت صبر عطا فرماوے اور آپکے قرۃ العین فرزند سوم کو جلد تر شفا بخشے۔ انشاء اللہ العزیز عاجز آپکے فرزند کے لئے دعا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل و کرم سے ایسی دعا کی توفیق بخشے جو اپنی جمیع شرائط کی جامع ہو۔ یہ امر کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی مرضیات حاصل کرنے کے لئے اگر آپ خفیہ طور پر اپنے فرزند دلبند کے شفا حاصل ہونے پر اپنے دل میں کچھ نذر مقرر کر رکھیں۔ سو عجب نہیں وہ نکتہ نواز جو خود اپنی ذات میں کریم و رحیم ہے آپکی اس صدق دلی کو قبول فرما کر ورطہ غموم سے آپ کو مخلصی عطا فرمائے۔ وہ اپنے مخلص بندوں پر ان کے ماں باپ سے بہت زیادہ رحم کرتا ہے۔ اس کو نذروں کی کچھ حاجت نہیں بعض اوقات اخلاص آدمی کا اسی راہ سے متحقق ہوتا ہے استغفار اور تضرع اور توبہ بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ اور بغیر اسکے سب نذریں ہیچ اور بے سود ہیں۔ اپنے مولیٰ پر قوی امید رکھو۔ اور اس کی ذات بابرکات کو سب سے زیادہ پیارا بناؤ کہ وہ اپنے قوی الیقین بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اور اپنے سچے رجوع لانے والوں کو ورطہ غموم میں نہیں چھوڑتا۔

رات کے آخری پہر میں اٹھو۔ اور وضو کرو۔ اور چند دوگانہ اخلاص سے بجا لاؤ اور دردمندی اور عاجزی سے یہ دعا کرو:—

"اے میرے محسن اور اے میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پر معصیت اور پر غفلت ہوں۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا۔ اور انعام پر انعام کیا۔ اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پر گناہ پر رحم کر۔ اور میری بیباکی اور ناسپاسی کو معاف فرما۔ اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اور کوئی چارہ گر نہیں۔ آمین۔ ثم آمین!!"

مگر مناسب ہے کہ بروقت اس دعا کے فی الحقیقت دل کامل جوش سے اپنے گناہ کا اقرار اور اپنے مولیٰ کے انعام و اکرام کا اعتراف کرے۔ کیونکہ صرف زبان سے پڑھنا کچھ چیز نہیں۔ جوش دلی چاہیئے اور رقت اور گریہ بھی۔ یہ **دعا معمولات اس عاجز سے ہے**۔ اور درحقیقت اس عاجز کے مطابق حال ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۲۰ اگست ۱۸۸۵ء

نوٹ:— اس مکتوب پر حضرت حکیم الامۃ کا نوٹ ہے۔ یہ لڑکا اسوقت اس مرض سے بچ گیا تھا۔ پھر دوبارہ سال دام الصبیان میں انتقال کر گیا انا بفراقہ لمحزون وادعوا الیہ ربہ نورالدین ۲۱ اسوج سمت ۱۹۴۳ بکرمی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک اور دعا

اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں میرے گناہ بخش تا کہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما۔ اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیری وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین

آج سے پچاس سال پیشتر کے حالات و مقالات و الہامات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقدمات

۱۸۸۴ء میں جیسا کہ میں گزشتہ اشاعت میں لکھ چکا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام **براہین احمدیہ** کی چوتھی جلد کی ترتیب و طباعت کے کام میں مصروف تھے۔ اور آپکی تمام تر توجہ اسی طرف تھی۔ مگر ہر دن اور ہر ساعت آپ کو اس مقام کے قریب کر رہی تھی جو آپکے لئے ازل سے مقدر ہو چکا تھا اور جس کی بشارت مختلف رنگوں میں نہ صرف انبیائے سابقین دیتے آئے تھے۔ بلکہ حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ جس کی بشارت دی اور اپنا سلام کہا تھا اگرچہ اس وقت تک بعض الہامات اور کشوف آپ کو اس قسم کے ہو چکے تھے جن سے آپ کے مقام **ماموریت** کا پتہ لگتا تھا۔ مگر ادب و احتیاط نے جو خدا تعالیٰ کے رسولوں اور فرستادوں کا خاصہ ہے آپنے کبھی قدم آگے نہ بڑھایا۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ بالطبع یہی چاہتے تھے کہ خلوت میں رہ کر حضرت احدیت کے حضور اپنے تعلقات قرب و اخلاص کو بڑھائیں۔ پبلک میں آنے سے کراہیت تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کی مشیت فیصلہ کر چکی تھی کہ

آپ ہی مسیح و مہدی ہونگے

انھیں دنوں میں لودہانہ میں لوگوں کے دلوں میں خاص جوش تھا۔ وہ آپ کو وہاں بلا رہے تھے کہ آپ سے بیعت کریں۔ لیکن آپکو اس کے لئے کوئی امر اور حکم نہ تھا۔ اس لئے آپ سب کو منع کرتے تھے۔

انھیں ایام میں آپنے ایک رویا دیکھی جس میں ان آنے والے واقعات اور حالات کو خدا تعالیٰ نے آپ کو دکھا دیا کہ وقت آنے والا ہے جبکہ لوگ آپکی مخالفت کرینگے اور آپ کی وضع میں ان کو کوئی نئی چیز نظر آئے گی۔ ان حالات اور واقعات کی تصدیق کے لئے میں ذیل میں آپ کا ایک مکتوب مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۸۸۴ء کا درج کرتا ہوں۔ اور احباب سے چاہتا ہوں کہ وہ اس مکتوب کو کئی بار پڑھیں۔ انھیں معلوم ہوگا کہ یہ آپکے اعلان بیعت سے پانچ سال اور دعوے سے سات سال پہلے کی بات ہے۔ اور اس میں حضور کو پیش آنے والے واقعات دکھائے گئے ہیں کہ گویا لوگ آپکی امامت سے کراہت اور بیزاری کا اظہار کرینگے۔ اور اسی رویا میں اس شخص کے متعلق بھی پیشگوئی کا ایک حصہ ہے کہ وہ بھی کوئی اعتراض کرے گا۔ پھر اس مکتوب میں سالک اور مرید کو جن امور کے متعلق طریق ادب و احتیاط اختیار کرنا چاہیئے۔ اس کی ہدایت کی ہے۔ یہ اسلئے کہ بعض اوقات اپنی کوتاہ نظری پر انسان ایک غلط راہ اختیار کر لیتا ہے اور بدظنی کر کے شیطان کے ہاتھ میں کھیلتا ہے۔ غرض اس مکتوب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرۃ پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ اگر آپ شہرت کے طلبگار ہوتے اگر آپکو مریدوں کے لئے اضطراب ہوتا اور پیر بننے کا شوق ہوتا تو آنے والے لوگوں کو اسطرح نہ روکتے۔

نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ امر اور اذن الٰہی کے بغیر ایک قدم بھی اٹھانا نہ چاہتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بطور ارہاص کے بہت سی باتیں آپ کو معلوم ہوتی تھیں۔ اور آپ آنے والے ربانی فضلوں کی خوشبو سونگھتے تھے۔ اسلئے تمام طالبین کو ارشاد فرماتے ہیں کہ

جو پردہ غیب میں مخفی ہے اس کے ظہور کے منتظر رہیں

اس قدر نوٹ اور اشارات کے بعد اس مکتوب کو یہاں درج کرتا ہوں۔ (عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مکرمی اخویم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون۔ آں مخدوم کا عنایت نامہ پہنچا۔ یہ عاجز اگرچہ بہت چاہتا ہے کہ آں مخدوم کے بار بار لکھنے کی تعمیل کی جاوے مگر کچھ خداوند کریم ہی کی طرف سے ایسے اسباب آ پڑتے ہیں کہ رک جاتا ہوں۔ نہیں معلوم حضرت احدیت کی کیا مرضی ہے عاجز بندہ بغیر اس کی مشیت کے قدم اٹھا نہیں سکتا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ کسی مکان پر جو یاد نہیں رہا یہ عاجز موجود ہے اور بہت سے نئے نئے آدمی جن سے سابق تعارف نہیں ملنے کو آئے ہوئے ہیں۔ اور آپ بھی ان کے ساتھ موجود ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور مکان ہے۔ ان لوگوں نے **اس عاجز میں کوئی بات دیکھی ہے۔ جو ان کو ناگوار گزری ہے۔ سو ان سب کے دل منقطع ہو گئے۔ آپ نے اُس وقت مجھ کو کہا کہ وضع بدل لو۔ مینے کہا کہ نہیں بدعت ہے سو وہ لوگ بیزار ہو گئے اور ایک دوسرے مکان میں جو ساتھ ہے جا کر بیٹھ گئے۔ تب شاید آپ بھی ساتھ ہیں۔ میں اُن کے پاس گیا تا اپنی امامت سے ان کو نماز پڑھاؤں پھر بھی اُنھوں نے بیزاری سے کہا کہ ہم نماز پڑھ چکے ہیں۔** تب اس عاجز نے ان سے علیٰحدہ ہونا اور کنارہ کرنا چاہا۔ اور باہر نکلنے کے لئے قدم اٹھایا معلوم ہوا ان سب میں سے ایک شخص پیچھے چلا آتا ہے۔ جب نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہی ہیں۔ اب اگرچہ خوابوں پر تعینات معتبر نہیں ہوتے اور اگر خدا چاہے تو تقدیرات معلقہ کو مبدل بھی کر دیتا ہے لیکن اندیشہ گذرتا ہے کہ خدانخواستہ آپ ہی کا شہر نہ ہو۔ لوگوں کے شوق اور ارادت پر آپ خوش نہ ہوں۔ حقیقی شوق و ارادت کہ جو لغزش اور ابتلا کے مقابلہ میں کچھ ٹھہر سکے۔ لاکھوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے۔ ورنہ اکثر لوگوں کے دل تھوڑی تھوڑی بات میں بدظنی کی طرف جھک جاتے ہیں اور پھر پہلے حالت سے پچھلا حال اُن کا بدتر ہو جاتا ہے۔ صادق الارادت کبھی کسی فسق اور معصیت میں مبتلا نظر آوے یا کسی اور قسم کا ظلم اور تعدی اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا دیکھے۔ یا کچھ اسباب اور اشیاء منہیات کے اس مکان پر موجود پاوے۔ تو جلد تر اپنے جامہ سے باہر نہ آوے۔ اور اپنی دیرینہ خدمت اور ارادت کو ایک ساعت میں برباد نہ کرے۔ بلکہ یقیناً دل میں سمجھے کہ ایک ابتلاء ہے۔ کہ جو میرے لئے پیش آیا۔ اور اپنی ارادت اور عقیدت میں ایک ذرہ فتور پیدا نہ کرے۔ اور کوئی اعتراض پیش نہ کرے۔ اور خدا سے چاہے کہ اس کو اس ابتلا سے نجات بخشے۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر کسی نہ کسی وقت اس کے لئے ٹھوکر در پیش ہے جن پر خدا کی نظر لطف ہے۔ اُن کو خدا نے ایک مشرب پر نہیں رکھا بعض کو تو کوئی مشرب بخشا۔ اور بعض کو کوئی۔ اور اُن لوگوں میں سے بعض ایسے مشرب بھی ہیں کہ جو ظاہری علماء کی سمجھ سے بہت دور ہیں۔ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم مرسل خضر کے کاموں کو دیکھ کر سراسیمہ اور حیران ہوئے۔ اور ہر چند وعدہ بھی کیا کہ میں اعتراض نہ کروں گا۔ پر جوش شریعت سے اعتراض کر بیٹھے۔ اور وہ اپنے حال میں معذور تھے۔ اور خضر اپنے حال میں معذور تھا۔ غرض اس مشرب کے لوگوں کی خدمت میں ارادت کے ساتھ آنا آسان ہے مگر ارادت کو سلامت لیجانا مشکل ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا کو ہر ایک آدمی کا ابتلا منظور ہے۔ تا کہ وہ اُن پر اُن کی چھپی ہوئی بیماریاں ظاہر کرے۔ سو نہایت بد قسمت وہ شخص ہے کہ جو اس ابتلا کے وقت تباہ ہو جاوے کاش اگر وہ دور کا دور ہی رہتا۔ تو اس کے لئے اچھا ہوتا۔ ابوجہل کچھ سب سے زیادہ شریر نہ تھا۔ پر رسالت کے زمانہ میں اس کا پردہ فاش ہو گیا۔ اگر کسی بعد کی صدی میں کسی مسلمان کے گھر پیدا ہو جاتا۔ تو شاید وہ خبث اس کی چھپی رہتی۔ سو خبث امتحان ہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ آں مخدوم ابھی اس عاجز کی تکلیف کشی سے بہت دور رہ دیں کہ کئی اندیشوں کا محل ہے۔ یہ عاجز معمولی زاہدوں اور عابدوں کے مشرب پر نہیں۔ اور نہ اُن کی رسم اور عادت کے مطابق اوقات رکھتا ہے بلکہ اُن کے پیرایہ سے نہایت بیگانہ اور دور ہے۔ سیفعل اللہ ما یشاء۔ اگر خدا نے چاہا تو وہ قادر ہے کہ

اپنے خاص الہام سے اجازت فرماوے۔ ہر ایک کو اس جگہ آنے سے روک دیں اور جو پردہ غیب میں مخفی ہے اُس کے ظہور کے منتظر رہیں۔ باقی سب خیریت ہے

۱۰ر جنوری ۱۸۸۴ء مطابق ۱۰ر ربیع الاول ۱۳۰۱ھ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حافظ نور احمد صاحب لودہانوی رضی اللہ عنہ

وطن اور ابتدائی تعلیم وغیرہ

حافظ نور احمد صاحب لودہانہ کے محلہ جدید کے باشندے تھے۔ ان کی پیدائش غدر کے ایک سال بعد سنہ ۱۸۵۸ء میں ہوئی۔ اگرچہ وہ کسی دولت مند خاندان میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ لیکن ان کے خاندان میں عام طور پر دینداری کا جذبہ تھا اور تعلیمی مذاق بھی تھا۔ پانچسال کی عمر میں انھیں مسجد یا مکتب میں تعلیم کے لئے بھیجدیا گیا۔ اسوقت کا نصاب تعلیم قرآن کریم سے شروع ہوا کرتا تھا۔ جب تک مسلمانوں میں یہ تعلیمی نصاب رہا ان میں مذہب سے محبت اور دلچسپی رہی۔ رفتہ رفتہ تعلیمی مذاق اور نصاب بدل گیا۔

شامتِ اعمالِ ما آورد ایامے چنیں

حافظ صاحب نے قرآن مجید ختم کر کے اس کو حفظ کرنا شروع کیا۔ طبیعت نہایت ذہین اور ذکی واقع ہوئی تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور سُنا دیا۔ اسوقت **میاں سید نذیر حسین دہلوی** کے مدرسہ کی عام شہرت تھی اسلئے حافظ صاحب کو مزید تعلیم کے لئے دہلی بھیجا گیا۔ اور بارہ تیرہ سال کی عمر میں انھوں نے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے کریما پڑھا۔ اور ایک دوسرے مولوی محمد سعید صاحب سے آمد نامہ اور کسی قدر صرف ونحو دہلی میں ہی محمد ابراہیم کوکنی ثم دہلوی سے پڑھی۔ اس کے بعد ان کے والد صاحب انھیں پھر لودہانہ لے آئے۔ اور حافظ صاحب اپنے بڑے بھائی سے پڑھنے لگے۔ کچھ تعلیم انھوں نے لودہانہ کے حافظ عبد اللہ صاحب نابینا سے پائی۔ اور اسطرح پر کچھ صرف ونحو اور کچھ دینیات کی مروجہ کتابیں آپنے پڑھیں۔

سعادت کی ابتدا اور ایک مبارک رویا

انھیں ایام میں جبکہ حافظ صاحب چودہ پندرہ سال کی عمر کے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رویا دیکھی۔ جو یہ ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب صحابہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں ان کی صورتیں حد درجہ خوبصورت اور پیاری پیاری ہیں۔ جو میرے دیکھنے میں کبھی نہیں آئی تھیں۔ میںنے سب حضرات کے نام دریافت کئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سبکے نام بتائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت حسین تھے۔ ان کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا "**ھذا عیسیٰ عیسیٰ ہیں اور وہ زندہ قادیان میں موجود ہیں**" حافظ صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ قادیان لادیان گاؤں ضلع لودہانہ سے دو تین کوس کے فاصلہ پر ہے میں اسی خواب کی بنا پر متعدد مرتبہ وہاں جاتا رہا تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھوں۔ میرے دل پر اس خواب کا بہت اثر تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری پیاری صورت مبارک کی زیارت کا شوق تھا۔ مگر وہاں کچھ پتہ نہ ملا اور اس سے زیادہ جغرافیہ میں نہ جانتا تھا۔ اور نہ ضلع گورداسپور کی **قادیان** کا کوئی علم تھا۔ آخر میں اپنی سعی میں تھک کر رہ گیا۔ اور اسپر کئی سال گذر گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کیونکر ہوئی؟

حافظ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ اگرچہ میں اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ لیکن میرے دل میں وہ جذبہ اور شوق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا بدستور موجزن تھا اور مجھے اس خواب کی بنا پر یقین ہوتا تھا کہ میں آپکو دیکھوں گا۔ آخر وہ وقت آگیا کہ کئی سال گذرنے کے بعد ایک روز رات کے دس بجے کے وقت یکایک میرے ایک دوست نے دروازہ پر دستک دی۔ اس شخص کا نام فتح خان تھا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے باہر آکر دروازہ کھولا۔ تو فتح خان نے کہا کہ ایک بہت بڑے بزرگ کئی روز سے تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی ملاقات آپنے کیوں نہیں کی۔ میںنے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ ضرور جاتا اور ملاقات کرتا۔ اسپر فتح خان نے کہا کہ میرے ہمراہ چلو۔ میوہ فروش کی دوکانیں بند ہوگئی ہیں حضرت میرزا صاحب کے لئے انگور لینا ہیں۔ کسی میوہ فروش کے گھر جاکر اُس کو ہمراہ لیں۔ اور دوکان کھلوا کر انگور لیں۔ میں ان کے ہمراہ گیا۔ اور کسی میوہ فروش کو ساتھ لے کر اس کی دوکان کھلوائی۔ اور انگور کی کچھ ڈبیاں دلوادیں۔ اور خود بھی فتح خان کے ساتھ گیا۔ حضرت صاحب **ان ایام** میں چودھری بنتے کے احاطہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ فتح خان کے دروازہ کھٹکھٹانے پر **حافظ حامد علی صاحب** مرحوم نے دروازہ کھولا۔ حضرت صاحب کی مجلس میں کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں حافظ محمد یوسف امرتسری اور شیخ عبد الرحیم سوداگر انبالہ بھی تھے میں نے حضرت صاحب کی صورت دیکھتے ہی شناخت کر لیا کہ یہ **وہی پیاری صورت ہے۔ جو کہ مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی۔**

حضرت صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ دنوں کے بعد ملے ہیں۔ میںنے عرض کیا کہ حضور میں تو عرصہ سے تلاش میں تھا۔ سو الحمدللہ آج حضور کی زیارت میسر آگئی۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور حضرت صاحب میرے گھر میں بھی تشریف لائے۔ اور کچھ روز قیام کرنے کے بعد حضور دار الامان تشریف لے گئے۔

حافظ صاحب کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رویا میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا۔ اس قسم کے خواب بہت سے لوگوں نے دیکھے ہیں۔ حافظ صاحب کو حضور کے **دعویٰ مسیحیت** کے متعلق اسی مجلس رویا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتادیا تھا۔ اسی وجہ سے انھیں کبھی آپکے کسی دعوے کے متعلق کسی قسم کا ابتلا نہ آیا۔ **حضرت صاحب** کو جب انھوں نے پہلی مرتبہ دیکھا۔ اُسوقت آپ کا کسی قسم کا دعوےٰ نہ تھا۔ البتہ آپ ایک مجاہد اسلام اور ایک خدا رسیدہ اور مستجاب الدعوات بزرگ کی حیثیت سے ممتاز تھے۔

میں نے حافظ صاحب کی ابتدائی تعلیم کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ وہ ایک دیندار گھرانے کے فرد تھے اسلئے شروع ہی سے وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ طبیعت بہت تیز اور [illegible] مذاق واقع ہوئی تھی۔

قادیان میں پہلی مرتبہ

لودہانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے کچھ عرصہ بعد حافظ صاحب ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور چلے گئے۔ جہاں ان کی پھوپھی رہتی تھیں اور جب معلوم ہوا کہ قادیان یہاں سے قریب ہے تو انھوں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا عزم کیا۔ اپنے پھوپھی زاد بھائی کو لے کر قادیان پہونچے۔ اس کے متعلق حافظ صاحب کا اپنا بیان یہ ہے کہ ہم پیدل قادیان گئے تھے جب ہم دارالامان کی پاک بستی میں داخل ہوئے۔ تو حضرت صاحب اسوقت مسجد مبارک کی چھت پر ٹہل رہے تھے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۸۳ء کی آخری سہ ماہی کا واقعہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اکتوبر سنہ ۱۸۸۳ء کے ایک مکتوب میں لکھا ہے۔ کہ مسجد کی سفیدی ابھی نہیں ہوئی۔ عرفانی)

اکرام ضیف

اور ہم کو دیکھ کر حضور نیچے اُتر آئے فرمانے لگے کہ **آپ تھک گئے ہیں!** میںنے عرض کیا کہ حضور ہم تھکے نہیں ہیں۔ پھر حضرت صاحب نے مرزا محمد اسمٰعیل بیگ صاحب کو حکم دیا کہ وہ ہمارے لئے غسل کرنے کو **گرم پانی** لا کر دیں۔ پانی آیا تو ہم دونوں نے غسل کیا۔ تین چار روز کے بعد حضرت صاحب نے مجھے امرت سر سودا خریدنے کے لئے بھیجا۔ اور حکم دیا کہ میں بٹالہ تک سواری کا گھوڑا لیتے جاؤں۔ مگر میںنے گھوڑا ہمراہ لیجانے سے احتراز کیا۔ کہ میں بٹالہ میں اسکو کہاں رکھوں گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا اچھا ہم ایک خط شیخ عبد الرحیم صاحب کے نام اور ایک درخواست بنام پوسٹماسٹر صاحب بٹالہ دیتے ہیں (مجھے ابھی تک شیخ عبد الرحیم صاحب کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ لیکن بٹالہ کے سب پوسٹماسٹر میاں فتح الدین کو حضرت صاحب سے محبت و اخلاص تھا۔ اور حضرت صاحب بٹالہ جاتے تھے تو ان سے ملا کرتے تھے۔ شیخ عبد الرحیم غالباً شیخ رحیم بخش مولوی محمد حسین کے باپ ہیں۔ عرفانی) میں وہ لیکر

قادیان میں پوسٹ آفس کا اجرا

بٹالہ گیا۔ کھانا شیخ عبد الرحیم صاحب کے ہاں کھایا۔ درخواست پوسٹماسٹر صاحب

کو دیدی۔ اس نے جواب دیا کہ ہم درخواست کو اپنے افسر سپرنٹنڈنٹ صاحب ڈاکخانہ جات کو بھیج دیتے ہیں۔ وہاں سے جو جواب آئے گا۔ اس کی اطلاع براہ راست قادیان بھیج دینگے۔ اس درخواست کا مضمون یہ تھا۔ کہ قادیان میں پوسٹ آفس نہیں ہے۔ یہاں ڈاکخانہ ہونا چاہیئے۔

(یوں تو قادیان کی تمام تر ترقی اور یہاں کے باشندوں کو جو بھی انعامات حاصل ہیں وہ حضرت اقدس ہی کے طفیل سے ہیں مگر بعض کام خصوصیت سے حضرت ہی کی تحریک سے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ڈاک خانہ کا قیام آپ کی اس درخواست پر ہوا۔ ۱۸۸۳ء کی آخری سہ ماہی کا واقعہ ہے۔ اسوقت ڈاک خانہ بٹالہ سے ہی تعلق تھا اور بٹالہ سے چٹھی رساں آکر خط وغیرہ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت اقدس اپنی ڈاک بٹالہ بھیجا کرتے تھے۔ پھر اس تکلیف کا احساس کرکے آپنے ڈاک خانہ کھلوانے کی تحریک کی۔ اور اس کے نتیجہ میں ایک برانچ آفس کھولا گیا۔ اسوقت یہ مدرسہ سے متعلق نہ تھا۔ بلکہ ایک اور شخص بھولا سنگھ قوم باہٹی ادنہ کا باشندہ مقرر ہوا۔ اور گنگا رام اور پپوں رام دو چٹھی رساں یہاں مقرر ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ ڈاک خانہ مدرسہ سے متعلق ہوگیا۔ اور پرائمری سکول کا مدرس برانچ پوسٹ ماسٹر مقرر ہوا۔ اور کچھ عرصہ تک آریہ پوسٹ ماسٹر پنڈت سومراج رہا۔ اس کے بعد ڈاکخانہ الگ ہوگیا اور آج تو بہت بڑا ڈاک خانہ ہے۔ اس کے متعلق کسی قدر تفصیل حیات احمد میں ۱۸۸۳ء کے واقعات میں ملے گی۔ - عرفانی)

غرض حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں بٹالہ سے امرت سر جاکر سودا سلف خرید کر دارالامان آیا۔ اور کچھ دن اور رہ کر ہم دونوں لودہانہ اپنے گھر چلے آئے۔

مولوی عبدالعزیز لودہانوی سے سوال

میں نے اوپر کہا ہے کہ حافظ نور احمد صاحب بہت تیز مزاج اور بڑے ذہین تھے۔ ان کے گھر کے پاس ہی لودہانہ کے مشہور مولوی صاحبان مولوی عبدالعزیز۔ مولوی عبداللہ اور مولوی محمد رہتے تھے یہ مولوی اپنے زمانہ میں بڑے غالی اور متشدد تھے۔ سب سے پہلے کفر کا فتویٰ حضرت صاحب پر ان ہی لوگوں نے دیا تھا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کو بھی ان مولوی صاحبان سے تعارف تھا۔

ایک دن مولوی عبدالعزیز صاحب اپنے کسی طالب علم کو ترجمۃ القرآن پڑھا رہے تھے۔ ولقد ھمت بہ وھم بھا الآیۃ کا ترجمہ پڑھا رہے تھے کہ زلیخا نے بدی کا ارادہ کیا۔ اور یوسف نے بھی برائی کا ارادہ کر لیا تھا۔ مینے وہ ترجمہ سن کر مولوی صاحب سے پوچھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے کہ یوسف ایھا الصدیق۔ اگر آپ والا ترجمہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام پر لگایا گیا تو ہم میں اور ذات انبیاء میں کیا فرق رہ گیا۔؟ ایسے گناہ کا ارتکاب (نعوذ باللہ) کر کے حضرت یوسف صدیق کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور پھر ایسا فعل جو ایک نبی رسول اور برگزیدہ خدا کی شان ارفع و اعلیٰ سے بعید تر ہے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب جوش میں آگئے۔ اور مجھے سختی کے ساتھ ڈانٹنا شروع کر دیا۔ میں بھی جوانی کے جوش میں تھا۔ مولوی صاحب کا غصہ مجھ پر کام نہ آیا۔

اس قسم کے واقعات نے حافظ صاحب کے دل پر علماء سوء کے متعلق حسن ظن باقی نہ رہنے دیا۔ وہ نہایت حاضر جواب اور صاف گو آدمی تھے۔ دوسروں کے کسی قسم کے رعب میں کبھی نہ آتے تھے۔

جموں کا سفر اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حافظ صاحب کہتے ہیں کہ اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے جموں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی ہی خدمت میں گیا تھا۔ (اسلئے کہ حضرت خلیفہ اول سے تعلقات لودہانہ میں قائم ہو چکے تھے۔ آپ نے دوسری شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی صغرا بیگم صاحبہ سے کی تھی۔ جو اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ عرفانی) وہاں جانے پر دیکھا کہ قرآن کریم کا درس حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی دے رہے ہیں۔ اور یہی آیت زیر بحث تھی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا کہ زلیخا نے بدی کا ارادہ کیا اور حضرت یوسف نے برائی سے بچنے کا قصد کر لیا تھا۔ وغیرہ۔ رات کے گیارہ بجے کے قریب کا وقت تھا۔ حضرت خلیفہ اول رض سے یہ ترجمہ سن کر حد درجہ مسرت ہوئی۔ اور میں کچھ دن تک ان کی خدمت میں حاضر رہ کر قرآن شریف کا درس سنتا رہا۔ اور کچھ عرصہ وہاں گذار کر واپس لودہانہ آگیا۔

حضرت اقدس کی خدمت میں انبالہ جانا

۱۸۸۶ء میں حضرت اقدس ہوشیارپور تشریف لے گئے تھے۔ اور آپ کا یہ سفر خدا تعالیٰ کی خاص وحی کے ماتحت تھا۔ میں اسوقت اس سفر کے اسباب اور حضرت اقدس کے قیام ہوشیارپور کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ بلکہ مجھے صرف حضرت حافظ نور احمد صاحب کے حالات کا ذکر کرنا ہے۔ مباحثہ مرلیدھر کے بعد حضرت اقدس انبالہ تشریف لے گئے۔ اسلئے کہ ان ایام میں حضرت میر ناصر نواب صاحب (نانا جان مرحوم) رضی اللہ عنہ انبالہ میں ملازم تھے۔ حافظ صاحب چونکہ ہوشیارپور نہ جاسکے تھے۔ اسلئے وہ کہتے ہیں کہ میں انبالہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انبالہ میں میرے کان میں سخت درد شروع ہو گیا۔ حضرت صاحب اور حضرت ام المؤمنین نے بہت شفقت سے میرے علاج کی طرف توجہ فرمائی۔ مگر مجھے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ آخر میں نے حضرت صاحب سے اجازت لی اور میں پٹیالہ آیا۔ تاکہ علاج کراؤں۔

پھر انبالہ میں

مینے اپنی خالہ کے ہاں جانا تھا۔ مگر نہ جاسکا۔ راستہ میں میرے ایک دوست نے خلیفہ محمد حسن صاحب مرحوم کے باغ میں ٹھہرا لیا۔ تین چار دن رہ کر واپس انبالہ آیا۔ اسوقت ریلوے لائن نہ تھی۔ یکہ۔ تانگہ کی سواری تھی۔ میں بطور تحفہ حضرت صاحب کے لئے کچھ اناردانہ اور عطر لایا تھا۔ حضرت صاحب اسوقت شہد کھا رہے تھے۔ مجھے بھی کھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ مجھے کان کا درد بدستور تھا۔ اسلئے چند دن اور رہ کر حضرت صاحب کی اجازت سے لودہانہ چلا آیا حضرت صاحب کے قیام انبالہ کے ایام میں سرمہ چشم آریہ امرت سر میں طبع ہو رہا تھا۔ اس کے پروف انبالہ آتے جاتے تھے۔

اس کے بعد واپس ہوتے ہوئے حضرت اقدس پھر لودہانہ تشریف لائے اور چند روز ٹھہر کر قادیان چلے گئے۔ میں اسکے بعد متعدد مرتبہ قادیان آتا جاتا رہا۔

بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اسی طرح آنے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔ اور دن بدن حضور سے محبت و اخلاص بڑھتا چلا گیا۔ براہین احمدیہ کی طباعت کے ایام میں بھی جہاں تک خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے توفیق دی اسکی اشاعت وغیرہ کے کام میں حافظ صاحب حصہ لیتے رہے۔ دو جلدیں براہین احمدیہ کی حضرت صاحب نے ان کو دیں) حضرت صاحب اعلان بیعت کے بعد لودہانہ تشریف لے گئے اور لودہانہ محلہ جدید میں پیر مہد شاہ کے مکان پر فروکش ہوئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت منشی احمد جان صاحب کی دختر نیک اختر صغرا بیگم صاحبہ سے (جو بفضلہ تعالیٰ اب تک زندہ ہیں) ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ان الدین عند اللہ الاسلام پر ۹ بجے صبح سے ایک بجے تک وعظ فرمایا۔ اور لوگوں نے بہت ہی پسند کیا اور مزید اصرار ہوتا رہا کہ اور کچھ فرمائیں۔ مگر نماز ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ نماز ظہر کے بعد کھانا کھایا گیا۔ اور بعد از نماز عصر بیعت شروع ہوئی۔ سب سے اول حضرت خلیفہ اول نے بیعت کی اور پھر دوسرے احباب نے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ شام تک سلسلہ بیعت جاری رہا۔ میں نے دوسرے روز بیعت کی میرا نمبر بیعت ۴۶ تھا۔ پھر حضرت صاحب کچھ دن رہ کر دارالامان واپس چلے آئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مسیحیت اور مولوی عبدالجبار غزنوی سے ملاقات

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کا دعویٰ کیا۔ حافظ صاحب کو کوئی ابتلا نہیں آیا۔ ایک راستباز۔ مخلص اور وفادار خادم کی طرح اسے قبول کر لیا۔ حضرت اقدس دارالامان میں تھے کہ حافظ صاحب قادیان کو آتے ہوئے غزنویوں کی مسجد میں گئے۔ اور مولوی عبدالجبار سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا کہ

تمہارا مرزا اب مسیح موعود بن گیا ہے

حافظ صاحب کہتے تھے کہ میں نے کہا کہ ”اللہ کریم نے انکو مسیح موعود بنا دیا۔ آپ کیوں حسد کرتے ہیں؟“ اس کا جواب مولوی صاحب نے کچھ نہ دیا۔ اور منہ پھیر لیا۔ حافظ صاحب وہاں سے رخصت ہو کر قادیان کو چلے آئے۔

(باقی آیندہ)

یوم الدعا

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا معمول ہے کہ رمضان المبارک میں جو قرآن کریم کا درس ہوا کرتا ہے اس کے آخری دن قرآن مجید کی آخری دو سورتوں کا درس خود دیا کرتے ہیں۔ اور پھر احباب کو ساتھ لے کر دعا فرمایا کرتے ہیں۔ یہ یوم الدعاء۔ اب سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات میں سے ہو گیا۔ اس سال یہ یوم الدعاء ۱۶ر جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ر رمضان ۱۳۵۲ھ کو واقعہ ہوا۔ باوجودیکہ حضور کی طبیعت پچھلے کئی دنوں سے نصیب اعدا صاف نہیں لیکن جیسا کہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ سلسلہ کے ہر کام کے لئے اپنی طبیعت کی ناسازی کی پروا نہ کرتے ہوئے آمادہ ہو جاتے ہیں یہی معمول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا کہ بیماری کی حالت میں آپ کا قلم تیز تر ہو جاتا تھا۔ آپ تشریف لائے اور آپ نے آخری دو سورتوں کا درس خود ہی دیا۔ یہ بھی آپ کی خصوصیات میں داخل ہے کہ ہر سال ان سورتوں کے نئے حقائق اور معارف بیان کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر قادیان کے تمام احمدی زن و مرد اور بچے تک شریک ہوتے ہیں یہ ایک نہایت ہی مؤثر اور ایمان افزا نظارہ ہوتا ہے درس کے بعد آپ نے حسب معمول دعا فرمائی۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتے اس دعا کو قبولیت کے ہاتھوں لے رہے ہیں۔ تمام قلوب پر ایک خاص اثر تھا۔ حضرت کا معمول ہے کہ وہ اس موقعہ پر خصوصیت سے مبلغین سلسلہ قرآن مجید سنانے اور سننے والوں اور دارالامان کے حاضرین دعاء اور باہر کے خاص احباب اور پھر ساری جماعت اور پھر عالم اسلام اور پھر ساری دنیا کے لئے دعا کرتے ہیں۔ آپ کی دعا کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے "الفضل" اخبار کے ذریعہ اعلان کر دیا تھا کہ بیرونی احباب بھی اس وقت دعا کریں۔ مجھے اُمید ہے کہ جن لوگوں نے اس موقعہ پر دعا کی ہوگی ان شاء اللہ وہ بھی ان دعاؤں میں شریک ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دعاؤں کا مستحق بنائے۔ جو حضرت نے یوم الدعا میں کی ہیں۔ آمین۔

انصار الحکم کا شکریہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا۔ وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک حقیقت ہے اس لئے کہ انسان جب ایک مشہود وجود کی مہربانیوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ تو وہ خدا تعالیٰ کا یقیناً شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں شکور اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اس کی تجلی اور فیوض کو حاصل کرنے کے لئے عبد شکور ہونا چاہیئے۔ پس میں اسی روح اور فیض کو حاصل کرنے کے لئے انصار الحکم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسلئے ان کی ہمت اور سعی اور تحریک نے مجھے الحکم کے اجراء پر مجبور کر دیا۔ اور مزید تساہل اور تغافل مجھے گناہ نظر آنے لگا۔ میں ان تمام دوستوں کے اسماء کا ذکر پھر کروں گا۔ اسلئے نہیں کہ وہ اس کے خواہش مند ہیں وہ اس قسم کے جذبات سے بالاتر ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ میں اپنے جذبات شکر گزاری کا ریکارڈ قائم رکھوں اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو جزائے خیر دے۔ اور اپنی ان نعمتوں سے متمتع کرے جو اس کے نبیوں صدیقوں شہداء اور صالحین پر ہوتی ہیں وہ اپنے جمیع مقاصد کو اللہ ہی کی رضا کے ماتحت کریں اور کامیاب ہوں۔ آمین۔

(عرفانی)

اطلاع

چونکہ عید کی وجہ سے اخبار وقت سے پہلے شائع ہو رہا ہے۔ اسلئے یوم العید کے حالات درج نہیں ہو سکے یوں بھی اخبار کو باقاعدہ بنانے کے لئے تجویز کی گئی ہے کہ وہ یوم اشاعت سے تین روز بیشتر شائع ہو جایا کرے تاکہ وقت مقررہ پر خریداروں کے پاس پہنچ جایا کرے۔ واللہ الموفق۔

نئی تالیفات

درود شریف

جناب مولوی **محمد اسمٰعیل** صاحب (مولوی فاضل) نے درود شریف کے نام سے ایک نہایت مفید اور ضروری خوبصورت رسالہ ایام جلسہ میں شائع کیا۔ یہ رسالہ درود شریف کے متعلق ایک جامع تالیف ہے۔ اس کی خوبیاں دیکھنے پر منحصر ہیں۔ درود شریف انسان کی روحانی ترقیات کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ کوئی نماز درود شریف کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ مولوی صاحب نے اس تالیف میں درود شریف کے متعلق ہر قسم کے معلومات کو جمع کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں، تقریروں اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے کلمات طیبات سے اسے نہایت شاندار بنا دیا ہے۔ باوجودیکہ کتاب نہایت عمدہ طبع ہوئی ہے اور کاغذ بھی اچھا لگایا گیا ہے قیمت صرف ۸ر ہے۔ میں اپنے ذوق پر کہتا ہوں کہ اس کتاب کی کثرت اشاعت بھی بہت ثواب کا موجب ہے۔ اسلئے ہر احمدی کے پاس تو یہ کتاب ہونی ہی چاہیئے۔ میں جانتا ہوں تبلیغ کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ مجھے اس کتاب کی اشاعت سے اس لئے بھی خوشی ہوئی کہ ان کی تالیف میں الحکم کے جمع کردہ مواد کا بھی بہت بڑا حصہ ہے والحمد للہ علیٰ ذالک۔ احباب اس کی کثرت سے اشاعت کریں کہ **یہ بہت بڑا ہدیہ ہے**۔ تمام درخواستیں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل قادیان کے نام آئیں۔

وید شاستر اور اچھوت ادھار

ملک فضل حسین صاحب نے اچھوت ادھار سیریز میں بہت مفید کام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تیسرا رسالہ مندرجہ بالا عنوان سے انہوں نے شائع کیا ہے جس میں ویدوں شاستروں سوامی دیانند اور ان کے متبعین کی تحریروں سے ساڑھے تین سو ایسے حوالجات درج ہیں۔ جن سے ثابت کیا گیا ہے کہ **اچھوت** ہندو رہ کر مساوی حقوق حاصل نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے رسالوں کی اشاعت کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔ گاندھی جی اور اب مالوی جی بھی ان سے مل کر اچھوتوں میں جو کام کر رہے ہیں وہ ہندوستان کی سیاسی زندگی پر آگے چل کر نہایت اہم اثر ڈالنے والا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس قسم کی کتابوں کو کثرت سے پھیلایا جائے۔ بک ڈپو قادیان سے منگوائیے۔

اظہار الحق

یہ ایک ضخیم اور مبسوط کتاب ہے جو مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے لکھی ہے۔ در اصل یہ ان کا بیان ہے۔ جو مقدمہ بہاولپور میں ہوا ہے۔ اس کتاب میں نہایت تفصیل اور دلچسپ اسلوب کے ساتھ ان تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو منکرین سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت **مسیح موعود علیہ السلام** پر مختلف رنگوں میں کرتے ہیں۔ اس کتاب میں اس قدر مواد جمع کر دیا گیا ہے کہ یہ اکیلی کتاب بجائے خود ایک بہت بڑی لائبریری ہے۔

اسلوب بیان نہایت دلنشین مؤثر اور مسکت ہے۔ میں اس کتاب کی تالیف پر مولوی غلام احمد صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں اور دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس کو پڑھیں کہ مخالفوں کے لئے ہمارے ہاتھ میں ایسے ہی حربوں کی ضرورت ہے۔ مولوی غلام مصطفےٰ صاحب مولوی فاضل مجاہد منزل دارالرحمت قادیان سے بقیمت ایک روپیہ مل سکتی ہے۔

درخواست دعا

حضرت سیٹھ عبد اللہ بھائی کی چھوٹی بیٹی ہاجرہ بعمر دس سال ایک ماہ سے بیمار ہے۔ ایام جلسہ میں بھی وہ اسے بیمار ہی چھوڑ کر آئے تھے۔ احباب اس عزیزہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔ سیٹھ صاحب کا اخلاص اور ان کی خدمات اشاعت قابل رشک ہیں۔

ایسا ہی

سیٹھ ابراہیم بھائی کی بیٹی بھی عرصہ سے بیمار چلی آتی ہے۔ ان کی بیماری بہت لمبی ہو گئی ہے۔ ان کی صحت کے لئے بھی دردِ دل سے دعا کی جائے۔ یہ بزرگ بھی بہت ہی قابل قدر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عید

یوں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہر روز روز عید تھا۔ لیکن جب میں آپ کی عید کا ذکر کرتا ہوں تو میرا مطلب اس عید کے دن کا ہے۔ جو ہم سب عرفی رنگ میں مناتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے ایسا مقام قرب حاصل تھا کہ ایک مرتبہ خدا تعالیٰ نے عید کی تقریب پر آپ کو مبارک باد دی اور یہ الہام ہوا:۔

ساقیا آمدنِ عید مبارک بادا

پھر ایک عید کی تقریب پر آپ کو فصیح و بلیغ عربی خطبہ پڑھنے کی بشارت دی۔ اور اسوقت آپ پر محویت اور فنافی اللہ کا ایک ایسا مقام حاصل تھا کہ ہم جو آپکے سامنے بیٹھے ہوئے اس تقریر کو سُن رہے تھے محسوس اور یقین کرتے تھے کہ

آپ کی زبان سے خدا بول رہا ہے

۱۱ر فروری ۱۹۰۰ء کو عید الفطر کی تقریب تھی۔ حضور نے یہ نمازِ عید اپنی جماعت کو لے کر قادیان کی پرانی عیدگاہ میں جو قصبہ سے مغرب کی طرف آپکے خاندانی قبرستان سے متصل ہے پڑھی اور نماز کے بعد آپ ہی نے

خطبہ عید الفطر پڑھا

اس خطبہ میں حضور نے قل اعوذ برب الناس کی سورۃ کی تفسیر بیان فرمائی۔ اس تقریر میں سے بعض مطالب کو پیش کرتا ہوں۔ اور یہی ایڈیٹر الحکم کی طرف سے اپنے دوستوں کو ارمغانِ عید ہے

(۱)

مومن کی فراست سے ڈرو!

فرمایا مجھے یقین ہے کہ میری جماعت میں نفاق نہیں ہے۔ اور میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں ان کی فراست نے غلطی نہیں کی۔ اسلئے کہ میں درحقیقت وہی ہوں جس کے آنے پر ایمانی فراست ملتی ہے اور خدا تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں وہی صادق اور امین اور موعود ہوں جس کا وعدہ لوگوں کو ہمارے سید و مولیٰ صادق و مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دیا گیا تھا۔ مگر جنھوں نے مجھ سے تعلق پیدا نہیں کیا وہ اس نعمت سے محروم ہیں

فراست گویا ایک کرامت ہے

یہ لفظ "فراست" بہ فتح الفا بھی ہے اور بکسر الفا بھی۔ زبر کے ساتھ اسکے معنے ہیں گھوڑے پر چڑھنا۔ مومن فراست کے ساتھ اپنے نفس کا چابک سوار ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے اس نور ملتا ہے۔ جس سے وہ راہ پاتا ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ غرض ہماری جماعت کی فراست حقہ کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے خدا کے نور کو شناخت کیا۔

(۲)

سُنو اور یاد رکھو

فرمایا سنو اور یاد رکھو۔ تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ اور محض خدا کے لئے رکھتے ہو۔ نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرو۔ اور بدی کرنے والوں کو معاف کرو۔

کوئی شخص صدیق نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ یک رنگ نہ ہو۔ جو منافقانہ چال چلتا ہے اور دو رنگی اختیار کرتا ہے۔ وہ آخر پکڑا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

میں نے اسی خطبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے چند جملے محض ارمغانِ عید کے طور پر نقل کر دیئے ہیں۔ اس خطبہ میں سورۃ والناس کی بے نظیر تفسیر ہے۔

ایک مرحوم دوست کا ذکرِ خیر عید کی تقریب پر

مکرمی شیخ رحمت اللہ مرحوم لاہور کے مشہور تاجر اور ہماری جماعت کے مخلص احباب میں سے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ عید کی تقریب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے نیا لباس لایا کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے عید کے دن پہنا کرتے تھے۔ حضور کی زندگی میں ان کا یہی طرز عمل رہا۔ اور آپکے وصال کے بعد وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے لئے اسی طریق پر عامل رہے۔

اس عہد کا ایک مخلص دوست

حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت کے وقت انھیں ابتلا آگیا۔ یہ ابتلا جہاں تک میں سمجھتا ہوں محض بعض تعلقات کی بنا پر تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اور دوسرے لوگوں سے انکے گہرے تعلقات تھے۔ بااین حضرت خلیفہ ثانی کے حضور وہ مؤدب تھے۔ اور اگر زندگی انھیں موقعہ دیتی تو وہ خلافت کے سایہ تلے آجاتے۔ خدا کرے یہ فضل اب ان کی اولاد کو مل جاوے۔ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے عہد میں ایک نہایت ہی مخلص دوست ہیں۔ ان کا نام نامی

سیٹھ محمد غوث احمدی حیدر آبادی ہے

ان کو حضرت خلیفۃ المسیح اور اہل بیت مسیح موعودؑ سے بے انتہا محبت ہے۔ وہ اس محبت کے اظہار کے نہایت قیمتی نمونے اپنی زندگی میں رکھتے ہیں۔ ان کے معمول میں بھی یہ بات ہے کہ وہ

ہر عید پر حضرت کے حضور لباس کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اور یہ ان کی سعادت اور خوش بختی ہے۔ اور یقیناً یہ لباس ان کے لیے لباس التقویٰ کا تحفہ لے کر آتا ہے۔

(عرفانی)

سرپرستانِ "الحکم" کو

عید مبارک

ہیچمیرز ایڈیٹر "الحکم" قارئین کرام اور الحکم کے مربیان عظام کو اخلاص اور صدق دل سے عید کی مبارک باد دیتا ہے۔

الحکم کی عیدی

ہر احمدی الحکم کو خود خریدے اور دوسروں کو تحریک کرے

افادات بخاری

(حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے درس کی روشنی میں)

میں جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے بخاری پڑھتا تھا تو میرا معمول تھا کہ میں ان کے درس کے نوٹ لکھا کرتا۔ اور میں نے ہی خدا کے محض فضل سے سب سے اول قرآن مجید کے درس کے نوٹوں کی اشاعت کا انتظام کیا۔ پھر حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کی خواہش کے ماتحت قرآن مجید کی تفسیر کا پہلا پارہ شائع کیا۔ اس وقت حضرت حکیم الامۃ فرماتے تھے کہ اگر سورہ فاتحہ بھی شائع ہو جائے تو یہ بڑا کام ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ پہلا پارہ تفسیر القرآن کے طور پر اور پھر متعدد پارے ترجمۃ القرآن اور حواشی کے ساتھ شائع کر سکا۔ اسی طرح جب میں بخاری کے درس میں شریک ہوتا تو میں نوٹ لکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا کہ اگر اس کے نوٹ بھی شائع ہو جائیں تو بہت اچھا ہے۔ میں نے آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں بخاری پر نوٹ درست کرنے شروع کر دیئے اور اپنے رنگ میں ان کو مرتب کیا اور حضرت حکیم الامۃ نے ان کو دیکھا اور اپنے قلم سے اس کے مسودہ کو درست کیا۔ اسی طرح بعض دوسری کتابوں پر بھی مجھ سے نوٹ لکھوائے اور ان کے مسودے درست کئے ان میں سے ایک فوز الکبیر کا اردو ترجمہ مع نوٹوں کے ہے۔ اس قسم کے مسودات کے لئے میرا خیال تھا کہ ان کو کسی وقت کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی مشیت نے اب تک مجھے موقعہ نہ دیا اور اب جبکہ عمر کا آخری حصہ ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا ہو گا یا نہیں۔ اس لئے میں نے پسند کیا ہے کہ وقتاً فوقتاً انہیں الحکم کے ذریعہ شائع کرتا رہوں تاکہ بجائے بستوں میں بند رہنے کے لوگوں کو نفع پہونچے۔

میں ان نوٹوں کے متعلق یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا اور جہاں مناسب سمجھا اصلاح کی۔ با ایں مجھے اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔ میں غالباً ان نوٹوں کے سلسلہ میں کوئی خاص ترتیب زیر نظر نہیں رکھوں گا۔ یہ ممکن ہے کہ بعد میں کوئی سلسلہ ترتیب کا بھی پیدا ہو جائے۔ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے ایام ادارت بدر میں بخاری شریف پر نوٹوں کا بھی ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ وہ بہت مختصر تھا۔ لیکن میں نے جس رنگ میں یہ نوٹ لکھے تھے وہ کسی قدر بسط کو لئے ہوئے تھے۔

اصل نوٹوں کے شروع کرنے سے پیشتر میں نے اس وقت ہی ایک مقدمہ بھی لکھا تھا۔ اگرچہ اب اس میں بہت سی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر میں اس خیال سے کہ وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی نظر سے گذر چکا ہے۔ اسے ہی دے دیتا ہوں۔ اس طرح پر ایک ہفتہ قرآن مجید کے حقائق و معارف اور ایک ہفتہ بخاری شریف پر نوٹ درج ہوتے رہیں گے۔ و باللہ التوفیق (عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

بخاری شریف پر نوٹ

انٹروڈکشن

اللھم صلّ علیٰ محمدٍ و علیٰ آلِ محمد و علیٰ خلفائہ محمد و بارک و سلم

قرآن مجید میں ایک عجیب اور عظیم الشان دعویٰ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کسی قوم کے ہادی یا نذیر و مامور نے نہیں کیا اور وہ یہ ہے قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا یعنی اے نبی کریم! کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس دعویٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولوالعزمی آپ کی دعوت کی بے نظیری اور عالمگیری عیاں ہے۔ آپ کی نبوت و دعوت کا دائرہ نوع انسان پر کھینچا گیا ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی انسان آباد ہے۔ وہاں کوئی نبوت کوئی شریعت کوئی تمدن اگر حکومت و ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے تو وہ وہی ہے جس کو اسلام کہتے ہیں۔ اس لئے اسلام ایک عالمگیر مذہب کہلاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح نیشنلٹی کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ اس نے ہمیشہ ہیومینٹی کی تعلیم دی ہے۔ جبکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور نوع انسان کے لئے بہترین رہنما اور ہادی ہے تو یہ ضروری امر تھا کہ اس کے لانے والا اپنی زندگی میں ان تمام مراحل و شعبہ ہائے زندگی کا نمونہ رکھتا جن میں سے انسان کو گذرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے دوسرا دعویٰ قرآن کریم نے کیا

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے ایک نمونہ ہے۔ اب اسی سے اسلامی تمدن کی بنیاد شروع ہوتی ہے۔ اسلامی تمدن پر مغربی محققوں نے بڑی بڑی دلچسپیاں اور عجیب عجیب موشگافیاں کی ہیں۔ اور فی الحقیقت یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ دنیا کے محقق اس پر غور کریں اور اسے اپنے لئے خضر راہ بنائیں۔ اسلامی تمدن نے اپنا حیرت انگیز اثر دنیا پر ڈالا ہے۔ دنیا کی تمام ترقی یافتہ قوموں کی تہذیب و شائستگی کو اپنی روشنی کے آگے ماند کر دیا۔ یہ تاریخ نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میں اس انٹروڈکشن میں اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے کا موقعہ نہیں پاتا۔ اگرچہ میرے دل میں جوش ہے۔

تمدن اسلام کی پہلی اینٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے دنیا میں رکھی گئی۔ اور آپ کی زندگی میں اس کا دائرہ عرب سے باہر دور دور تک نہیں کھینچا گیا۔ مگر خلافت راشدہ اور زمانہ مابعد میں وہ ریگزار عربستان سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل گیا۔ اور اپنے اثر سے ان تمام قطعات عالم کو متاثر کر دیا۔ یہ ایک حیرت انگیز امر ہے کہ وہ قومیں جو اس وقت دنیا میں تہذیب و شائستگی کی ٹھیکیدار اور وہ ملک جو تمدن کے سرچشمہ بنے بیٹھے تھے اس تمدن کے سامنے سجدہ کرنے سے نہ رک سکے۔ اس راز کا پتہ اور اس موج کا چشمہ جو مکہ سے اٹھی اور گنگا اور ٹیمس تک پہنچی آپ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور صحابہ کرام کے آثار میں ملیگا۔ اور ان کلمات طیبات کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اور آپ کا ہر فعل و قول اپنے اندر ایک صداقت اور ہدایت رکھتا تھا۔ اور فی الحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ جو وجود دنیا میں بطور نمونہ اور آئیڈیل کے بھیجا گیا ہو۔ جو سچی تہذیب اور حقیقی تمدن کی بنیاد رکھنے والا ہو۔ اس کے افعال و اقوال میں کبھی کوئی بات ایسی نہیں ہو سکتی جو نوع انسان کی بہتری۔ بھلائی اور تربیت پر مشتمل نہ ہو۔

ہم بڑی جرأت کے ساتھ یہ تسلیم کرنے کو طیار ہیں کہ ہر چند ایک خاص وقت تک آپ کے حالات آپ کے کلمات طیبات کے انضباط کا اہتمام نہیں کیا گیا یعنے

زمانہ بعثت سے پہلے کے حالات کا۔ لیکن یہ بھی ہم اس سے زیادہ دلیری کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ کی آیندہ زندگی جبکہ آپ بحیثیت ایک **مامور مرسل ہادی** اور مزکی کے ظاہر ہوئے اسی پہلی زندگی کا ایک **ارتقائی** نقشہ تھا۔ اور وہ بیج جو آپ کی **سرشت** اور **فطرت** میں پہلے سے بویا گیا تھا۔ وہی بار آور ہوا تھا۔ اس لئے آپ کے تمام حالات کو ہم **محفوظ** اور **منضبط** لکھنے کا ناقابل شکست دعوےٰ کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک **لانظیر فخر** حاصل ہے کہ دیگر **ہادیان مذاہب** کے مقابلہ میں آپ کی زندگی کے ادنیٰ سے ادنیٰ واقعات اور حالات محفوظ چلتے ہیں اور آپ کی **پرائیویٹ** (اندرون خانہ) اور **پبلک لائیف** کا کوئی واقعہ نہیں جو محفوظ موجود نہ ہو۔ یہ کیوں ہوا؟ اس کا جواب صاف اور لاجواب الفاظ میں یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوع انسان کے لئے **بطور ایک نمونہ و ایڈیل** کے **بھیجا تھا**۔ آپ کی زندگی ایک **اسوہ حسنہ** تھی اس لئے یہ لازمی اور ضروری امر تھا کہ آپ کے **وقائع زندگی محفوظ** اور **مصئون** ہوتے۔

قبل نبوۃ کے حالات زندگی کی **حفاظت** اور **عصمت** پر ایک اور بھی دلیل قاطع ہمارے ہاتھ میں ہے جو خود قرآن مجید نے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے۔

وقد لبثت فیکم عمرًا افلا تعقلون

میں نے تمہارے اندر چالیس سال کا ایک لمبا زمانہ گذارا ہے۔ میری عفت و دیانت و امانت و صداقت پر تم سب کے سب گواہ ہو اور اب بھی نہیں جو میری پاکیزہ اور معصوم زندگی پر حرف رکھ سکے۔ یہ دعوےٰ عرب جیسی اکھڑ۔ دلیر اور متعائب کو علیٰ رؤس الاشہاد بیان کر دینے میں نہ جھجکنے والی قوم کے سامنے اس حالت میں کیا گیا جبکہ ان کی **مالوف ترین چیز مذہب** کو ان کے **دل** سے چھیننے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن اس **تحدی** اور **علی الاعلان چیلنج** کی تردید کے لئے کسی زبان ہاتھ اور قلم کو جنبش نہیں ہوتی اور آج تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی عرب جاہلیت کی پرانی تاریخوں ان کے واقعات اور اشعار میں ایک بھی جملہ نہیں ملتا جو اس **عدیم النظیر تحدی** کو توڑ سکے۔ آپ کی خطرناک مخالفت کے حالات ہمارے سامنے ہیں اور وہ تاریخ دنیا سے نابود نہیں ہو گئی۔ مگر ان تاریخوں کو پڑھ جاؤ تمہیں ایک بھی جملہ اور ایک بھی کلمہ نہیں ملیگا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **لائیف** پر نکتہ چینی کا موقع مل سکے۔

یہ **فخر** اور بجا **فخر** بے نظیر فخر صرف سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ آپ کی زندگی کے تمام واقعات **محفوظ** ہیں آپ کے **کیریکٹر کی قوت** اور **شوکت** کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ نے اپنی **پرائیویٹ زندگی** کے واقعات کو بھی پبلک کرنے میں کبھی مضایقہ نہیں فرمایا۔ **حدیث دلاویز** اور **ذکر محبوب** درازی سخن کی طرف جانا چاہتا ہے لیکن اس انٹروڈکشن کی حالت اس طوالت کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق دی تو ارادہ ہے کہ **سیرۃ نبوی** میں ان پہلوؤں پر بحث کروں۔ اور اگر زندگی نے وفا نہ کی اور قدرت نے اس کو کسی دوسرے کے لئے رکھا تو بھی میں اس پاک خواہش کے لئے خدا کے فضل سے ثواب سے محروم نہ ہوں گا۔

الغرض وہ تمدن اسلامی جو اپنی خوبی اور خوشنمائی کے لحاظ سے ہر زمانہ میں دلچسپی کا موجب رہا ہے۔ اس کا **حقیقی چشمہ** نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اور آپ کا ایک ایک **فعل** ایک ایک لفظ انسانی زندگی کے لئے زبردست **قانون** اور ناقابل خطا رہنما ہے۔ اسی **قانون** اور ہدایت نامہ کو اس کتاب کی ایک معمولی شرح کا یہ **مقدمہ** ہے۔ اس اسلامی **تمدن** اور اسلامی **ضابطہ** کا پورا حال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **کلمات طیبات** یا **احادیث** میں ملتا ہے۔ کیونکہ ایک **انسان** حیوان سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان اور پھر با خدا انسان بن سکتا ہے اور کس طرح بر قوم **بنتی** اور **بگڑتی** ہے۔ ان **اسباب** اور ذرائع کا پتہ تمہیں اسی پاک دفتر میں ملیگا **بقائے نفس** اور **حفظ** نوع انسان کے لئے کن امور کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے تمہیں **احادیث** ہی کے پڑھنے کی حاجت ہے۔ **اخلاقی** اور روحانی **قوتیں** کیونکر نشوونما پاتی ہیں؟ ان اسباب کی حقیقت کا راز بھی اسی دفتر میں مدفون ہے۔ غرض انسان کے پیدا ہونے سے لیکر اس دنیا سے رخصت ہونے تک کے لئے جن امور کی ضرورت ہے اور مابعد دنیا کے لئے جو سے مطلوب ہے ان تمام امور کو اس **صحیفہ** میں رکھدیا ہے۔ اور مختصر اور جامع الفاظ میں یہ کہدینا درست ہے کہ

اسلامی تمدن و تہذیب کی تاریخ احادیث میں مرکوز ہے

اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ **احادیث** کے متعلق چند ضروری امور اور اصول بتا دیئے جائیں۔ مگر **سیر** لکھنے سے پہلے بعض ان امور کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جو اس سلسلہ کی ایک زنجیر ہیں۔ اور گویا **حدیث** اور جمع **حدیث** کے ان قدرتی **اسباب** میں سے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے مہیا کر دیئے تھے۔

فن روایت اور اہل عرب

یہ ایک مسلم بات ہے کہ فن **روایت** دنیا کی تمام قوموں میں ترقی و تنزل کا ایک زبردست ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور کم و بیش ہر قوم میں **خصائص قومی** کو یاد رکھنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ اور آج تو یہ نہایت ہی ضروری چیز ہے۔

علامہ ابن خلدون نے کیا ہی سچ کہا ہے۔ ”فن تاریخ ان فنون میں سے ہے جس کو قدیم الایام سے تمام قومیں ہاتھوں ہاتھ لیتی آئی ہیں اور جس کے لئے دور دراز سے بڑی بڑی مسافتیں طے کی جاتی ہیں۔ اور جس کے حاصل کرنے کے لئے بازاری اور کم عقل تک کی گردنیں اٹھتی ہیں جس کی طرف امرا و سلاطین حد سے زیادہ راغب ہیں۔“

چونکہ **مشیت ایزدی** نے اس پاک **وجود** کی بعثت کے لئے عرب کو مقدر کر رکھا تھا۔ جو دنیا میں آکر حقیقی **تہذیب** و **تمدن** کا بانی ہونے والا تھا۔ اور اسے نوع **انسان** اور **نسل آدم** کا رہنما اور اس کی زندگی کو اس کے لئے ایک **اسوہ حسنہ** قرار دیا تھا۔ اس لئے اس کے **کلمات طیبات** کی حفاظت کے لئے پہلے ہی عرب کی طبیعتوں میں **خصائص قومی** کی **حفاظت** کا مادہ رکھ دیا تھا۔ ان کو **قدرت** نے **اعجازی حافظہ** اور **حفاظت روایت** کا بے حد جذبہ دے رکھا تھا۔ وہ نہ صرف تاریخی **واقعات** اور **انساب انسانی** کے سلسلوں کو یاد رکھنا اپنا فرض سمجھتے تھے بلکہ انسانوں سے گذر کر اب ایک معمولی آدمی اپنے اونٹ اور گھوڑوں کے انساب یاد رکھتا تھا اور بلا تکلف و بے تکان سو سو نسل تک گن جاتا تھا۔ ایک طرف انہیں اس قدر زبردست **قوت حافظہ** عنایت کی تھی دوسری طرف ان کی **خصائص قومی** میں یہ بات رکھدی تھی کہ وہ **اخلاقی جرأت** سے کام لے کر فوراً دوسرے کی غلطی سے اسے آگاہ کر دینے میں دلیر تھے۔ بلکہ اپنی کمزوریوں اور **اخلاقی پستیوں** کا فخریہ ذکر کرنا ان میں اسی مقصد کے لئے پیدا ہو گیا تھا تا آیندہ چل کر یہ جرأت اور دلیری ایک **گرانمایہ** گوہر کی حفاظت کا ذریعہ ہو سکے۔ ان دونوں **عطیوں** نے **تمدن** کے سرچشمہ کی حفاظت میں بڑی مدد دی۔ غرض **فن روایت** کی ہی شاخ اور ضروری **شاخ فن حدیث** ہے۔ اور اب اصطلاح میں

حدیث

سے مراد وہ اقوال افعال اور احوال ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ جب سے آپ اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوئے اس کے بعد جو کچھ آپ کے منہ سے نکلا یا آپ نے کر کے دکھایا یا آپ نے کسی سے کرایا وہ **حدیث** کی ذیل میں آجاتا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں گے کہ علم حدیث اس علم کا نام ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال حالات صحابہ کے آثار اور ان افعال سے بحث کی جاتی ہو جو حضور کے سامنے کئے گئے ہوں اور آپ نے ان سے روکا نہ ہو

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں امتیاز

اللہ تعالیٰ کا کلام جو سرور عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا تھا وہ قرآن کریم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اقوال و افعال حدیث ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک تیسری چیز اور بھی ہے جس کو **سنتہ** کہتے ہیں وہ اعمال اور افعال جو سرور کائنات نے کر کے دکھا دیئے اور جو آج تک متواتر ہم تک پہونچے ہیں وہ **سنتہ** کہلاتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی **عملی** زندگی کا نام **سنتہ** ہے وہ عملی رنگ میں ہی ہم تک پہنچی ہے۔ اگر دنیا میں آپ کے کلمات طیبات کی کوئی کتاب مدون نہ ہوتی اور **احادیث** کا کوئی ذخیرہ ہمارے ہاتھ میں نہ ہوتا تو بھی آپ کی **عملی سیرۃ** بلا تغیر ہمارے ہاتھ میں ہوتی۔

غرض اللہ تعالیٰ کا کلام جو آپ پر نازل ہوتا اور فوراً ہی لکھ لیا جاتا۔ آپ بہ نفس نفیس اس کی کتابت کا اہتمام فرماتے اور اپنے سامنے لکھوا لیتے تھے۔ برخلاف اس کے **احادیث** کی کتابت کی آپ نے ممانعت فرما دی تھی۔ اور یہ حکم دیدیا تھا کہ **قرآن مجید** کے سوا میری طرف سے کچھ نہ لکھو۔

(باقی)

سالانہ جلسہ کے متعلق میرے تاثرات

نمبر (۲)

(۸)

میں اس قسم کے مناظر کو دیکھتا تھا اور اپنے قلب میں ایک لذت اور سرور کو محسوس کرتا تھا۔ پھر میں نے ایک اور منظر کو دیکھا۔ یہ سٹیج کا منظر تھا۔ اسپر خصوصیت سے وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جنہوں نے اس **عظیم الشان** انسان کی صحبت کی سعادت حاصل کی تھی۔ جو خدا تعالیٰ کا مامور و مرسل اور مسیح موعود کے نام سے دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ ان کی سفید یا حنا کردہ ڈاڑھیوں اور پیرانہ سالی سے متاثر مگر نورانی چہروں کو دیکھ کر اس عہد سعادت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آکر اشکبار کر دیتا تھا۔ جبکہ **خدا کا برگزیدہ** اور اس کے اپنے ہاتھ سے **ممسوح** کیا ہوا فرستادہ ہم میں موجود تھا۔ اور شمع رسالت کے پروانے اس کے گرد جمع ہوتے تھے۔ اور وہ اپنے کلام اور خدا تعالیٰ کی تازہ وحی سے ان کی تربیت فرماتا تھا۔ آہ!

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے کیا جانے ہمیں کیا یاد آیا

میں نے اس جماعت کو دیکھا اور کہا اے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے والو! تم پر سلام۔ تم وہ ہو جنہوں نے اپنے سید و محبوب مولا و آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام **مسیح موعود** کو پہنچایا۔ تم وہ ہو جنہوں نے خدا تعالیٰ کو زمین پر اترتے ہوئے دیکھا جب کہ تازہ بتازہ وحی نازل ہوتی تھی اور تم بلاواسطہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے سنتے تھے اور پھر ان نشانات کو پورا ہوتے دیکھتے تھے۔ میرے قلب میں شکرگزاری کی ایک رو پیدا ہوئی اور میں نے کہا الحمد للہ ثم الحمد للہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے وہ موقع دیا اور میں نے اس کے پیارے کو دیکھا اس کی باتوں کو سنا اور قلمبند کیا اور دوسروں تک پہنچایا اور **آج ان بشارتوں کو پورا ہوتے دیکھتا ہوں**

(۹)

میں نے سٹیج پر سے پنڈال کے فرش اور گیلریوں میں بیٹھنے والوں کو دیکھا اور میرے قلب نے پوری نیازمندی کے ساتھ ان کو سلام پہنچایا۔ میں نے کہا کہ تم میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا **نشان** اور **اعجاز** ہے۔ وہ خدا جس نے اپنے بندے کو کہا تھا کہ دور دراز سے لوگ تیرے پاس آئیں گے تم اس کی ہستی پر گواہ ہو کس قوت اور کشش نے تم کو یہاں **کھینچ بلایا**۔ اسی قوت و طاقت اور مدبر بالارادہ ہستی نے جس نے اپنے بندے کو اس وقت بشارت دی تھی جبکہ وہ دنیا میں **گمنام** تھا اور جس نے خدا تعالیٰ کے ان وعدوں اور بشارتوں کو سن کر کہا تھا کہ

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

اس آواز کو میں نے اپنے گوش قلب میں گونجتے پایا تب میں نے پھر ان کی طرف نظر کی اور کہا اے سعادتمندوں کی جماعت! تم پر سلام۔ اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک واجب الاحترام وجود زمین کے فرش پر بیٹھا ہوا ہے وہ شخص جس کے لئے ہزاروں انسان ایک وقت کھڑے رہنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ وہ بادشاہوں اور مہاراجوں کے دربار میں عزت کی کرسیوں پر بیٹھتا ہے وہ اس **سلطان دین** کے دربار میں زمین کے فرش پر عام آدمیوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ میرے سامنے اس کی **روحانی عظمت** کا راز کھلنے لگا۔ یہ کیفیت اس پایہ کے انسان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ بکلی اپنے نفس سے کھویا نہ گیا ہو اور خدا تعالیٰ نے نخوت و تکبر کے جراثیم کو صاف نہ کر دیا ہو اور اس کا شیطان مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ میرے دل میں اس کے لئے پہلے بھی بہت بڑی **عزت** تھی۔ اس کی دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس کی مذہبی **عملی زندگی** کے باعث میں نے متعدد مرتبہ رات کی آخری اور سنسان گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی گریہ وزاری کو **اپنے کانوں سے سنا ہے** جبکہ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں ہوتا مگر وہی جس کے حضور وہ حاضر ہوتا ہے۔ ہر معاملہ میں خدا کا خوف اس کی عظمت و جلال اس کے سامنے رہتا ہے وہ ایک معزز عہدہ فائز ہونے کے باوجود غریبوں کے ساتھ اسی طرح ملتا ہے۔ گویا وہ ان میں سے ایک ہے یہ **خان بہادر چودھری محمد دین ریاست جے پور کے ایک وزیر تھے**۔ جو وائسرائے کی کونسل آف سٹیٹ کے ایک ممبر ہیں۔ اور حکومت ہندوستان میں ڈپٹی کمشنری کے عہدہ سے پنشن یاب ہوئے۔ ان کی اس **درویشانہ سیرت** نے میرے سامنے تصوف و اخلاق کا ایک دفتر کھول دیا۔ میں نے سعدی کی زبان میں کہا۔

تواضع ز گردن فرازاں خوش است
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

دوسرے دن اسی **بوریا نشین** کو میں نے کرسی صدارت پر دیکھا۔ اور میرے کان میں گذشتہ سال کی اس تقریر صدارت کی صدائے بازگشت آئی جس میں اس نے کہا تھا کہ میں نے راجوں مہاراجوں اور حکومت کے درباروں کو دیکھا ہے اور ان میں شمولیت اور بعض درباروں کی صدارت کی عزت بھی حاصل کی ہے لیکن جو عزت میں اس **کرسی صدارت** پر بیٹھنے میں پاتا ہوں۔ اس کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت اور عزت بھی نہیں کر سکتی۔ یہ مفہوم تھا ان کے کلام کا۔ میں نے دیکھا کہ **یہ ایک درویش ہے دنیادار کے لباس میں اور ایک ولی ہے وزیر کے لباس میں**۔ تب میں نے اس حقیقت اور معرفت کو سمجھا کہ دنیا اور اس کی دولتوں اور نعمتوں کا حصول انسان کی **ترقیات روحانی** میں روک نہیں ہو سکتا اگر وہ خدا کا ہو جائے مگر **یہ دولت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ملتی ہے**

اسی حالت میں جبکہ میری نگاہ پنڈال میں چکر لگا رہی تھی میں نے ایک **گیلری** پر بیٹھے ہوئے ایک اور **خان بہادر** کو دیکھا جس کے اشارہ چشم پر بڑے بڑے دنیادار آگے بڑھ کر اس کے لئے کرسی رکھنے کو عزت سمجھتے ہوں اور جس کے چلے جانے پر حکومت کے بعض بڑے عہدہ دار کھڑے ہو کر اس کو احترام سے ریسیو کرتے ہوں۔ مگر وہ اس دربار میں **محویت** کے عالم میں ایسی جگہ بیٹھا ہے جہاں کوئی شخص اس کو اس سے زیادہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کوئی معمولی آدمی ہے۔ بے شک ایک **ظاہر بین** کی آنکھ میں وہ اپنے لباس میں ایسا ہی نظر آتا ہو۔ لیکن جیسے وہ حکومت حاضرہ میں ایک **خطاب یافتہ** عہدہ دار ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور بھی وہ سابقون الاوّلون میں سے ہے اور اپنے اخلاص و وفا کا ایک **خاص نمونہ** ہے

یہ **خان بہادر مولوی غلام محمد خان صاحب** تھے جو **گلگت** اور لیہ میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہے ہیں اور اب پنشن لیکر دارالامان میں آگئے ہیں۔ میری آنکھ نے اسی قسم کے متعدد نظارے دیکھے۔ اور میں نے حضرت **مسیح موعود علیہ السلام** پر درود پڑھا جس کی قوت قدسی نے **ایسے مخلصین کی بہت بڑی جماعت پیدا کر دی**

(۱۰)

جلسہ کا افتتاح عملاً حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر سے ہوا۔ یہ تقریر دراصل دعا کے لئے تحریک تھی۔ آپ جب ہزارہا انسانوں کے اس مجمع میں کھڑے ہوئے ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ ایک بجلی کی رو ہے جو اس کے قلب سے نکلتی ہے اور حاضرین کے قلوب تک پہنچتی ہے اس کا ہر لفظ ایک قوت تحریک تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ہر قسم کے خس و خاشاک کو جلا دینے والی آگ تھا۔ اس نے اپنی تقریر میں جلسہ کے مقصد کو ان مختصر الفاظ میں بتایا کہ **اللہ کے ذکر کو بلند کریں**۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی اور زاویہ نشینی کی زندگی کا منظر پیش کر کے دلوں کو ہلا دیا۔ اور اس کی دعاؤں کے حیرت انگیز **انقلاب** کو اس مشاہدہ کی صورت میں پیش کیا جو **جلسہ گاہ** میں **نظر آرہا تھا**۔ حضرت **خلیفۃ المسیح** جب یہ تقریر فرما رہے تھے۔ تو ہر لفظ کے ادا کرتے وقت ان کے قلب کی کیفیت کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔ اور آخر یہ **اولوالعزم** انسان جو خاندانی روایات اور فطری خصوصیات کے لحاظ سے بڑا ضابطہ اور اپنے جذبات پر قابو رکھنے والا انسان ہے۔ بے اختیار ہو گیا۔ اس کی آواز میں رقت تھی اور وہ اس کے قلب کی کیفیت کی پردہ بردار تھی۔ اس رونے تمام حاضرین پر ایک کیفیت طاری کر دی اور اکثروں کی چیخیں نکل گئیں اور کوئی آنکھ نہ تھی جو اشکبار نہ ہو۔ میں خود اپنے قلب کی کیفیت کو دیکھتا تھا کہ وہ پانی ہو کر بہہ رہا تھا۔

اس تقریر نے تمام قلوب کو

قبول ہونے والی دعا کے لئے تیار کردیا

جس خشوع خضوع کے ساتھ یہ دعا ہوئی اسے وہ لوگ محسوس کرتے ہیں جو جلسہ میں موجود تھے۔ اور جن کو شمولیت کا موقعہ نہیں ملا۔ ان کے سامنے اس کیفیت کو کسی رنگ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ زبردست اور جذبات کے مصور شاعر کا قلم اور فلمی دنیا کے ماہر فوٹوگرافر کا کیمرہ بھی اس کو پیش نہیں کرسکتا۔ اس وقت فرشتوں کی جماعتیں اترتی تھیں اور وہ ان دعاؤں کو قبولیت کے طشتوں میں جمع کرکے لے جارہی تھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آسمان زمین کے قریب ہوگیا تھا اور خدا تعالیٰ سمائے دنیا میں نزول فرما رہا تھا۔

قبول ہونے والی دعا کے لئے جس کیفیت اور جس رنگ کی ضرورت ہے وہ اس میں موجود تھے۔ اور میں ایک یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ دعائیں جو اس جلسہ میں کی گئی تھیں **قبول ہوگئیں**۔ مبارک وہ جو اس میں شریک تھے

(۱۱)

حضور نے کن الفاظ میں دعا کی اور کس طرح اس کو لمبا کیا یہ میں اور کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو **عالم الغیب** اور ساری قدرتوں و قوتوں کا **مالک** ہے۔ لیکن حضور نے دعا کے لئے جو تحریک کی اور اس دعا کا خلاصہ جن الفاظ میں بتایا میں ان کو یہاں دیئے بغیر آگے نہیں جاسکتا۔ فرمایا

"آؤ۔ **خدا تعالیٰ کے حضور جھکیں اور اسی سے مدد طلب کریں**۔ وعظ بھی ہوتے رہیں گے اور لیکچر بھی ہوجائیں گے۔ مگر آؤ سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے حضور جھکیں اور کہیں کہ

خدایا! ہمارے لئے نہایت ہی بے کسی اور بے بسی کا زمانہ ہے۔ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق اس کے کرنے کی ہم کوشش کرتے ہیں مگر یہ ہماری ہمت اور طاقت کے کرنے کا کام نہیں ہے ہم تو اپنی جانوں کو بھی سہارا نہیں دے سکتے کجا دوسروں کو سہارا دے سکیں پس

اے ازلی ابدی خدا! آسمانوں سے اتر اور ہمارے بازوؤں میں طاقت عطا فرما اور ہمیں سہارا دے۔ اے **رحمٰن**! جس نے قرآن اتارا ہمارے قلوب کو طاقت دے۔ اے **قدوس خدا**! ہمیں پاکیزگی کی چادر پہنا ہماری کمزوریوں کو دور کر اور ہمارے نقائص کو مٹا دے تاکہ ہم کسی کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ ہوں۔

اے بادشاہ! جہاں دنیا اپنی خوبصورتی سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے، ہمیں بھی کھینچتی رہتی ہے اپنی خوبصورتی کو ظاہر کردے اور اپنا ایسا جلوہ دکھا کہ لوگوں کے قلوب اس طرف مائل ہوجائیں۔

اے خدا! ہر دل اور ہر قلب میں تیری محبت ہو۔ ہم **تیرے نام کے روشن کرنے والے ہوں**

اے ہمارے رب! وہ لوگ جو تیرے محبوب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہمارا دل دکھاتے ہیں ان کے قلوب میں بھی ایسا تغیر پیدا کردے کہ ہم انہیں کے منہ سے درود و صلوٰۃ کو سنیں۔

اے خدا! دشمنوں کو دوست بنا دینا تیرا ہی کام ہے۔ تو آ اور ہمارے دشمنوں کو ہمارا دوست بنا دے اور اگر ہمارے دل میں کسی کے متعلق **کینہ یا کپٹ** ہو تو اسے دور کردے (آمین)

پس آؤ ہم اس نسخہ کو آزمائیں یعنی **خدا تعالیٰ سے** دعا کریں اور اس سے ہر قسم کی مدد چاہیں کہ یہ **خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے دن ہیں**"

(۱۲)

میں نے دعا کے اس خلاصہ کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے الفاظ میں ہی اس لئے درج کردیا ہے کہ تاوہ جنہیں اس **قبولیت دعا** کے وقت اور تقریب میں شمولیت کا موقعہ نہیں ملا پڑھتے ہوئے اس دعا میں شریک ہوجائیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اس **دعا کو** پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ اللہ کریم ہم اپنی غفلت اور کمزوری سے اس وقت شریک نہیں ہوسکے ہمارے گناہ بخش اور اس قبولیت کی ساعت میں اس دعا کو اب پڑھتے وقت شامل فرما تو اس کے فضل سے بعید نہیں کہ وہ اس فضل اور برکت سے کچھ حصہ لے لیں۔

میں نے خدا کے فضل سے اس دعا کی شمولیت کا موقعہ پایا۔ **والحمد للہ علیٰ ذالک**۔ لیکن اس وقت اس کو دوہراتے ہوئے میرے قلب اور دماغ میں جو اثر ہے وہ یہ ہے کہ **کیا دنیا اس شخص کے مقابلہ میں کامیاب ہوسکتی ہے**؟ جس کا سر آستانہ الٰہی پر ہے۔ اور جس کے ہاتھ اس کی بارگاہ میں بلند ہیں۔ اور جو اپنے نفس کے لئے کچھ نہیں مانگ رہا۔ وہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے والوں حضور کے اعدا کو اس کے آستانہ پر جھکانے کی **ایک ہی آرزو** لے کر گریہ وزاری کرتا ہے۔ اس کی ایک ہی خواہش ہے کہ ساری دنیا اس پر درود پڑھنے والی ہو۔ پھر کیا اس شخص کو دنیا کی کوئی قوت اور طاقت ہزیمت دے سکتی ہے۔ جو خدا سے دعا کرتا ہے کہ اگر کسی انسان کے متعلق اس کی سختیوں اور مخالفتوں کی وجہ سے طبعی طور پر رنج کا جذبہ پیدا ہوجائے تو اسے بھی دور کردے۔ اور **وہ آسمان کے نیچے کسی انسان سے دشمنی نہیں رکھتا اور نہیں رکھنا چاہتا** ایسا انسان دنیا میں ضائع نہیں ہوسکتا۔ اور ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ جو ہمہ رحمت اور ہمہ شفقت ہے اس کی مخلوق کے لئے **شفقت و رحمت** ہی کی بھیک مانگنے میں محروم رہ سکے۔ اس دعا کے اندر اس کی کامیابی کا راز ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقصد و نصب العین کا اعلان ہے۔ **سعادت مند روحیں** جب اس پر غور کریں گی۔ تو یقیناً وہ اس **چشمہ حیات** کی طرف اسی طرح دوڑتی آئیں گی **جیسے جنگل میں ایک پیاسی ہرنی دوڑتی ہے**

میں ایک اور **نکتہ معرفت** بیان کرنے کے بغیر بھی آگے نہیں جاسکتا اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ ہر شخص کی دعاؤں سے اس کی سیرت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے تو خدا کے لئے ذرا سوچو! کہ جس قلب سے یہ دعا اٹھ رہی ہے اس کا مقام کتنا بلند ہے؟ اگر اسی ایک نقطہ نگاہ سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو پڑھا جائے تو ہر **سعادت مند روح** اس کے وجود میں **آب حیات** پائے گی۔ فتدبر

(باقی تیسرے نمبر میں)

مشاہدات عرفانی یعنی **سیاحت یورپ و بلاد اسلامیہ**

ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ و بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا پہلی جلد شائع ہوچکی ہے سفرنامہ بالکل نئی طرز پر لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کو مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔

اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کا پتہ ملیگا۔ قعر مذلت سے نکل کر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں، اس کا جواب ہوگا ہر مقام اور ہر شہر کے حالات جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

قیمت جلد اول علاوہ محصول ڈاک دو روپیہ ۸ر (۲؍۸)

المشتہر:۔ مینیجر الحکم آفس قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو رہی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے ہیں۔ پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام کے مکتوب ہیں۔ اور اس دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ کے نام کے مکتوبات ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا جب تک مکتوبات کا ذخیرہ ختم ہوجائے۔ اس جلد کے تیسرے نمبر میں حضرت چودھری رستم علی خاں رضی اللہ عنہ کے نام کے مکتوبات ہیں۔ اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علیخاں صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مکتوبات ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جائے گی تو قیمت نصف کردی جائے گی۔ تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ اس لئے احباب جلد منگوالیں

مینیجر اخبار الحکم قادیاں

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر از منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع کیا۔)